سوال

(51) ایمان کی تعریف

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا ایمان ایک قسم کی کیفیت ہے یا اس کا تعلق کم (مقدار وعدد) سے ہے؟ از راہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایمان شرعی اعتقاد بالقلب۔ نطق باللسان۔ عمل بالارکان ان تین اجزاء کا نام ہے۔ اور یہ تینوں اس کے لیے اجزاء حقیقیہ ہیں۔ جیسے درخت کے لیے اس کی شاخیں اور پتے اور نماز کے لیے اس کے واجبات اور سنن۔ ایمان کسی ایک مقولہ کے تحت میں نہیں۔ بلکہ کئی مقولوں سے مرکب ہے۔ اس لیے کہ اس کا ایک جزء (اعتقاد) مقولہ کیف سے ہے۔ اور دوسرا جزء (نطق) مقولہ فعل سے ہے۔ اور احادیث شفاعت کے بعض الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان مقولہ کم سے بھی ہے۔ ایمان کے تین اجزاء میں سے پہلے دونوں جزء اعتقاد اور نطق تو اس کے لیے رکن ہیں۔ یعنی ان کے فوت ہونے سے ایمان ہی فوت ہوجائے گا۔ لیکن تیسرا جزء (اعمال صالحہ) ایسا نہیں ہے۔ یعنی اس کے فوت ہونے سے ایمان فوت نہیں ہوگا۔

''الا الصلوۃ فان رکن للایمان کالاعتقاد والنطق"

محدث روپڑی کے جواب کا خلاصہ ذکر کرکے مولوی آفتاب احمد نے اعتراض کیا ہے۔

اعتراض 1۔

سوال یہ ہے کہ ایمان محض فرضی واعتباری شے ہے۔ یا کوئی واقعی اور نفس الامری حقیقت ہے؟ ظاہر ہے کہ شق اول باطل ہے۔ اس لیے جب وہ ایک واقعی نفس الامری حقیقت ہے تو اس کا کئی مقولوں سے مرکب ہونا دو وجوں سے محال ہے۔ اولا اس لیے کہ کسی حقیقت واحدہ واقعیہ کا اندراج تحت مقولتین ممتنع ہے۔ فضلا عن المقولات کی تقرری مقرہ اور ثانیا اس لیے کہ آپ نے ایمان کو مقولہ کیف سے مان کر اس کے مقولہ کم سے ہونے کے احتمال کو بھی صحیح مانا ہے۔ تو گویا آپ کے نزدیک اجتماع النقیضین جائز ہے۔ اس لیے کہ کم کا معنی ہے عرض "یقبل القسمة بالذات" اور "کیف" کا معنی ہے عرض "لایقبل القسمة بالذات" تو ایک ہی شے بالذات قابل قسمت ہے بھی اور نہیں بھی کیا یہ اجتماع النقیضین نہیں؟

جواب :

سوال کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔ علم ہیئت کا موضوع دوائر وغیرہ یہ سب اعتبارات ہیں۔ اسی طرح ہر فن کے مصطلاحات اعتبارات ہیں۔ جو اعتبار معتبر پر موقوف ہوئے ہیں یہ باطل اس لیے نہیں کہ ان پر بڑے بڑے فوائد مرتب ہوتے ہیں۔ اور حقائق واقعیہ اور فی نفس الامر اس لیے نہیں کہ اعتبار معتبر پر موقوف ہیں فی نفسھان کا کوئی اپنا وجود نہیں۔ جب آپ کی تمہید ہی غلط ہوگئی تو ان پر جن محالات کی آپ نے تفریع کی ہے وہ خود ہی کافور ہوگئے۔

علاوہ اس کے آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ حقیقت نفس الامری کا اندراج دو مقولوں کے تحت ممتنع ہے۔ ذرا صدرا وغیرہ میں بحث اثبات ہیولی دیکھیں کہ اشراقیین جسم کا تقوم جوہر اور عرض سے مانتے ہیں۔ حالانکہ عرض عرض میں اتنا بعد نہیں جتنا جوہر عرض میں ہے۔ تو پھر ایک حقیقت کے دو مقولوں کے تحت درج ہونے سے آپ کو کیوں تعجب ہوا۔ اور اس نے آپ کے ''ثانیاً'' کی حقیقت بھی واضح ہوگئی۔ کیونکہ کیا حرج ہے کہ ایک شے ایک جزء کے اعتبار سے ایک مقولہ کے تحت ہو اور دوسرے جزء کے اعتبار سے دوسرے مقولہ کے تحت ہو۔ پھر آپ کا اجتماع نقیضین کہنا بھی غلط ہے۔ اجتماع متنافیین کہنا چاہیے جو عام ہے۔ کیونکہ متنافین نقیضین کو بھی شامل ہے اور نقیض اور اس کے اخص کو بھی شامل ہے۔ اور یہاں ثانی صورت ہے۔ کیونکہ لایقبل القسمۃ بالذات نفی مقید ہے اور نقیض نفی مقید نہیں بلکہ رفع مطلق ہے۔ کتب منطق کا مطالعہ کریں سچ ہے۔

"وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفتہ من الفہم السقیم "

اعتراض 2

اہل فن کے نزدیک یہ مقدمات مسلم ہیں۔

اول یہ کہ یہ مقولات اپنی ماتحت ماہیات مرکبہ کے لیے جنس عالی بنتے ہیں۔

ثانی یہ کہ جس ماہیت کے لیے کوئی جنس ہوگی۔ اس کے لیے کوئی فصل ممیز بھی ضرور ہوگی۔

ثالث یہ کہ کسی ماہیت جنس وفصل اس کی جمیع ذاتیات اور پورے اجزاء ہیں۔

رابع یہ کہ کسی ماہیت کی جنس وفصل کا تحقق اس کی جمیع ذاتیات کا تحقق ہے۔

خامس یہ کہ کسی ماہیت کی جمیع ذاتیات کا تحقق بعینہ ذات اور ماہیت کا تحقق ہے۔

ورنہ مجعولتہ ذاتی لازم آئے گی۔ جیسے حیوان اور ناطق کا تحقق بعینہ انسان کا تحقق ہے۔ ان مقدمات کی تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ جب ایمان اپنے ایک جزء مثلاً اعتقاد بالقلب کے اعتبار سے مقولہ کیف سے ہوا تو یہ اس کے لیے جنس ہوا اور جب اس کے لیے جنس ثابت ہوئی تو اب اس جنس میں جو چیزیں ایمان کے ساتھ شریک ہیں۔ ان سے امتیاز دینے والی کوئی فصل بھی اس کے لیے ضرور ہوگی۔ اور مسلّم ہے کہ وہ فصل جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ ہے۔ تو جب یہ جنس اعتقاد بالقلب اس فصل ممیز کے ساتھ کسی شخص میں متحقق ہوگی تو گویا ایمان کی جمیع ذاتیات اور اس کے پورے اجزاء متحقق ہوگئے۔ اور جب اس کی جمیع ذاتیات اور پورے اجزاء کا تحقق ہوگیا تو اب ایمان کا تحقق بھی لازمی ہے اور ورنہ لازم آئیگا۔ تخلف ذات کا ذاتیات سے کل کا اپنے جمیع اجزاء سے والالازم باطل فالملزوم مثلہ۔

اس اعتراض کو دوسرے واضح لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اگر ایمان چند مقولوں سے مرکب ہو تو لازم آئے گا کہ اگر کسی شخص کو جمیع ماجاء النبی ﷺ پر دل سے اعتقاد ہو۔ لیکن زبان سے ان کا اقرار نہ کرے۔ بلکہ انکار کرتا ہو اور عمل صالح بھی نہ کرتا ہو۔ تب بھی وہ عنداللہ مومن ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایمان کی جنس وفصل یعنی اس کی جمیع ذاتیات اور پورے

اجزاء کا تحقق پایا جاتا ہے۔ پس ایمان کا تحقق بھی لازم ہے۔ اعتراض کی یہی تقریر نطق باللسان کے اعتبار سے بھی جاری ہوسکتی ہے۔ یعنی جب نطق کے اعتبار سے ایمان مقولہ فعل سے ہوا تو یہ اس کے لیے جنس بنا اب اس جنس کے اعتبار سے اس کے لیے کوئی فصل ممیز بھی ضرور ہوگی۔ جب ان دونوں کا تحقق ہوجائے گا۔ تو ایمان کا تحقق بھی ضروری ہے تو گویا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص زبان سے جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ کا اقرار تو کرتا ہو۔ لیکن نہ اس پر اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اس کے مطابق اچھے اعمال کرتا ہو تب بھی وہ عنداللہ مومن ہو۔ اس اعتراض کے سمجھ لینے کے بعد صاحب ذوق اس لطیف نکتہ سے ضرور محفوظ ہوں گے کہ فاضل مجیب نے جس مقصد سے جواب کی یہ صورت اختیار کی تھی اس کا بالکل اُلٹ ہوگیا اور یہ دلیل ان کے مدعا کی مثبت ہونے کی بجائے مبطل ہوگئی۔ فتفکر

جواب:

نام تو آپ کا آفتاب احمد ہے لیکن باتیں آپ ظلمت کی کر رہے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ پڑھے ہوئے بچے بھی جانتے ہیں کہ جنس بعید اور فصل سے جمع ذاتیات کا تحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ جنس قریب اور فصل قریب سے جمیع ذاتیات کا تحقق ہوتا ہے اور اجناس عالیہ اپنے ماتحت کے لیے اجناس بعید ہیں۔ اس بناء پر اخیر کے تین مقدمات باطل ہوئے اب تفریعات کا حال خود ہی سمجھ لیں۔ فتامل فیہ

علاوہ اس کے جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ کو فصل کہنا گویا ایمان میں اعمال کو داخل ماننا ہے کیونکہ "جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ" میں اعمال داخل ہیں۔ نیز فصل کا مرکب ہونا لازم آیا۔ حالانکہ فصل مرکب نہیں ہوتی اور یہی اعتراض جاء مجرور لجمیع ماجاء بہ ﷺ مجموعہ کو فصل بنانے کی صورت میں ہے۔ نیز جنس و فصل تو ذات پر محمول ہوتی ہیں۔ یہاں حمل نہیں فتامل

اعتراض 3

ایمان جن مقولوں سے مرکب ہے ظاہر ہے کہ وہ مقولے عرض سے ہیں تو ایمان جو ان سے مرکب ہے عرض سے ہوگا۔ اور عرض اپنے وجود فی نفسہ میں محل اور موضوع کا محتاج ہوتا ہے تو ایمان جو کہ ایک ایسا عرض جو مختلف المحال اعراض سے مرکب ہے اس کا محل کیا ہوگا۔ اس کے اجزاء حقیقیہ میں سے کسی کا محل دل اور کسی کا زبان اور کسی کا جوارح۔ اب یا تو یہ کہا جائے گا کہ ایمان کا محل ان تینوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو یہ بداہتہ باطل ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ انہی تینوں میں سے کوئی ایک ہے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور یہ بھی باطل ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ تینوں ہیں تو لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں مختلف محلوں کے ساتھ قائم ہو اور جب قیام العرض الواحد لمحلین مختلفین محال ہے تو بے محال مختلفہ بطریق اولیٰ محال ہوگا۔ جب ایمان کو مرکب ماننے کے بعد اس کے تحقق کی یہ تمام صورتیں باطل ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کا مرکب ہونا ہی باطل ہے۔

جواب:

نماز میں قرأۃ زبان وغیرہ سے قائم ہے۔ اور دوسرے ارکان باقی جوارح سے قائم ہے اور مجموعہ مل کر نماز ہے۔ اسی طرح ایمان کو سمجھ لیں۔ خدا جانیں آپ کی بدھی (سمجھ) کو کیا ہوا ؟

اعتراض 4

ایمان جو جنس و فصل سے مرکب ہے۔ ماہیت جنسیہ ہے یا نوعیہ ماہیت جنسیہ ہونا تو باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ جنس اس کلی کو کہتے ہیں جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر ماہو کے جواب میں بولی جائے اور ایمان ایسی کلی نہیں کیونکہ اس کے ماتحت ایسی مختلف الحقائق ماہیات نہیں ہیں۔ جن سے ماہی کے ساتھ سوال کرنے پر ایمان واقع ہو اور ثانیاً اس لیے کہ یہ ایک ایسی کلی ہے جس کا تحصل افراد حصصیہ کے ضمن میں ہوتا ہے۔ "وکل حقیقۃ بالنسبۃ الی حصصہا نوع کما قال الفاضل البہاری" لہٰذا اس کا ماہیت جنسیہ ہونا باطل اور ماہیت نوعیہ ہونا متعین

ہوا۔ تو اب اسکے افراد میں نفس ماہیت کے اعتبار سے زیادت ونقصان کیساتھ تفاوت نہیں ہوسکتا۔ جیسے ماہیت انسانیہ کے افراد میں نفس حقیقت کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں۔ بلکہ نفس انسانیہ میں سب برابر ہیں۔ اسی طرح نفس ایمان میں تمام مومنین برابر ہونگے۔ اگر اختلاف ہوگا تو عوارض وآثار کے اعتبار سے ہوگا۔ اور اس کا کوئی منکر نہیں۔ حقیقت ایمان کے اعتبار سے افراد میں کمی زیادتی ماننا منطقی اصول سے غلط ہے۔ خواہ شرعاً صحیح ہی ہو۔ ہاں یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ اعتراض صرف ایمان کے ماہیت نوعیہ ماننے کی بناء پر ہے۔ نہیں یہ اعتراض تو پہلے شق پر بھی قائم ہے۔ اس لیے کہ ماہیت جنسیہ کے ماتحت انواع میں گو اختلاف نفس حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لیکن اس کی صورت اور ہے ماہیت جنس یہ میں کمی زیادتی کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ فافہم

جواب :

اول یہ مسئلہ "لاتشکیک فی الماہیات مختلف فیہا" ہے۔ اشراقیین اس کے قائل نہیں۔ دوم اجزاء دو طرح کے ہیں۔ ذہنیہ خارجیہ جن سے فصل اجزاء ذہنیہ ہیں اور ایمان میں کمی زیادتی اجزاء خارجیہ کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ درخت اور نماز کی مثال واضح ہے۔ میرے خیال میں آپ کو کوئی استاد نہیں ملا۔ ورنہ ایسی فاحش اغلاط میں واقع نہ ہوتے۔

اعتراض5

احادیث شفاعت کے جن ظاہر الفاظ سے آپ نے ایمان کو مقولہ کم سے ہونا سمجھا ہے۔ یہ بھی محل نظر ہے اس لیے اگر احادیث میں مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی ان کو مجسم بنا کر ان میں مقدار اور کمیت پیدا کردے گا تو ان کو اس موقع پر پیش کرنا اور ان سے ایمان کے مقولہ کم سے ہونے پر استدلال کرنا بالکل بے محل اور غلط ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اسی عالم میں جو ایمان موجود ہے وہ مقولہ کم سے ہے تو بتایا جائے کہ یہ ایمان بقول آپ کے اعتقاد نطق۔ عمل تین اجزاء حقیقیہ سے مرکب ہے یا یہ مرکب من حیث ہو مرکب مقولہ کم سے ہے یا اس کا کوئی جزا گر کسی جزء کے اعتبار سے ہے۔ تو بتایئے کہ ان تین اجزاء میں سے کونسا جزء مقولہ کم سے ہے۔ یا ان تین اجزاء کے علاوہ کوئی جزء ایسا بھی ہے جو ایمان کی حقیقت میں داخل ہے اور وہ مقولہ کم سے ہے۔ اگر کوئی اور جزء حقیقی ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اعتقاد نطق، عمل ان تینوں اجزاء کے متحقق ہونے کے بعد بھی ایمان متحقق نہیں ہوگا۔ کیونکہ مرکب کے جمیع اجزاء متحقق نہیں ہوگا۔۔۔ حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے۔ اور اگر ایمان کے یہی تین جزء ہیں اور ان میں سے کوئی جزء بھی مقولہ کم سے نہیں تو پھر مرکب من حیث ہو مرکب مقولہ کم سے کیسے ہوا۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ ایمان اگر مقولہ کم سے ہے تو اس کی قسموں میں کونسی قسم میں داخل ہے۔ کم منفصل ہے یا متصل ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ کم منفصل عدد کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایمان عدد نہیں لہذا وہ کم منفصل بھی نہیں۔ اور کم متصل بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ کم متصل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قارالذات دوسری غیر قارالذات۔ غیر قارالذات صرف زمانہ ہے اور قارالذات تین چیزیں ہیں خط، سطح، جسم تعلیمی ظاہر ہے کہ ایمان ان تین چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ پس معلوم ہوگیا کہ ایمان کم سے نہیں۔

جواب :

میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ طوطی کی طرح جو کچھ آپ کو یاد ہے اسی پر اعتراضات کی بنا رکھ دی ہے۔ ورنہ پتہ کچھ نہیں۔ کم منفصل کو آپ نے عدد میں منحصر مانا ہے حالانکہ علم موسیقی کا موضوع نغمہ، خوش آوازی بھی کم متصل ہے۔ عدد کم منفصل قار ہے اور نغمہ کم منفصل غیر قار ہے۔ اور جب عمل ایمان میں داخل ہوا تو نغمہ بھی داخل ہوگیا کیونکہ نغمہ بھی عمل کی قسم ہے۔ مثلاً قرآن مجید یا کوئی اور ذکر نماز یا غیر نماز میں خوش آوازی سے پڑھے یا وعظ وغیرہ میں کوئی نظم یا کوئی موزوں کلام خوش الحانی سے ادا کرے تو اس اعتبار سے ایمان مقولہ کم کے تحت آگیا۔ اسی طرح نماز غیر نماز میں حرکات کی مقدار اور اندازہ یہ کم متصل غیر قار ہے۔ جو عمل کی قسم ہے۔ اور عمل ایمان میں داخل ہے۔ تو اس اعتبار سے بھی ایمان مقولہ کم کے تحت آگیا فتامل فیہ لیجئیے، اب تو ہم نے ہندی کی چندی کردی اب خوب سمجھ آگئی ہوگی۔ اصل میں ایسی کمزوری کے ساتھ آپ کی حیثیت شاگردانہ ہونی چاہیے تھی مگر آپ نے خود کو علامہ فہامہ سمجھ کر مناظرانہ رنگ اختیار کرلیا۔ خیر آپ کی مرضی مگر اصل بات یہ ہے۔

ہنوز طفلی داز نوش دنیش بے خبری زحسن ماچہ تواز حسن خویش بے خبری

اعتراض 6

اسی طرح احادیث شفاعت کے بعد دوسرے ظاہر الفاظ کو دیکھ کر آپ نے ایمان کو کوئی وزن دار چیز سمجھ لیا اور پھر منطقی حیثیت سے اس کو مقولہ کیف سے مان کر اس پر تفریع بھی کردی۔ "فزیادتہ ونقصانہ من الکیفیات" اور شروع نوٹ میں تو صاف طور پر تحریر ہے کہ احادیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ ایمان ایک کیفیت ہے اور اس کی کیفیت کی نوعیت آپ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ وہ ذی وزن چیز ہے۔ تو گویا آپ کے نزدیک اس میں زیادتی و نقصان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وزن گھٹتا بڑھتا ہے۔ اب یہاں بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے نمبر میں گزر چکا ہے۔ یعنی اگر ان احادیث میں مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی اس کو وزن دار بنائے گا اور کسی جسمانی شکل میں ہو کر تولا جائے گا۔ تو اس موقع پر ان حدیثوں کا ذکر بالکل بے محل اور خروج عن المبحث ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فی الحال جو ایمان اس دنیا میں موجود ہے اور جس سے لوگ بالفعل متصف ہوتے ہیں۔ وہ وزن دار چیز ہے۔ اور اس میں کمی زیادتی وزن کے اعتبار سے ہوتی ہے تو اس کی صورت کیا ہے۔ اس لیے کہ جب ایمان، اعتقاد، نطق، عمل ان تین اجزاء سے مرکب ہے تو ان میں سے کونسا جزء ذی وزن ہے۔ اور جب مرکب اور مجموعہ کے اجزاء میں سے کوئی جزء بھی ذی وزن نہیں تو مرکب کیسے ذی وزن ہوگیا۔ اور اگر یہ تینوں اجزاء ایمان کے جمیع اجزاء نہ ہوں۔ بلکہ ان کے علاوہ کوئی ذی وزن جزء بھی ہو تو وہی استحالہ لازم آئے گا۔ جو ابھی نمبر 5 میں گزرا ہے۔ یعنی یہ اعتقاد بالقلب نطق باللسان، عمل بالارکان "بجمیع ما جاء بہ النبی ﷺ" پائے جانے پر بھی ایمان نہ پایا جائے۔

"فان الکل لا یتحقق الا بتحقق جمیع اجزائہ وہو باطل اجماعاً فتامل"

جواب :

ایمان کا مقولہ کیف سے ہونا احادیث شفاعت پر موقوف نہیں۔ کیونکہ کتب منطق میں اصح مذہب پر اعتقاد کو مقولہ کیف سے لکھا ہے اس اعتبار سے ایمان کا مقولہ کیف سے ہونا ظاہر ہے۔ مزید برآں ہم نے وزن کی جہت سے بھی مقولہ کیف سے ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اس پر جو کچھ آپ نے اعتراض کیا ہے وہ کوئی نیا نہیں۔ اس لیے ایسے کئی اعتراض ہیں جن سے بعض کا ذکر ہم تنظیم جلد دس نمبر 22 مورخہ یکم صفر المظفر سنہ 1360ھ مطابق 28 فروری سنہ 1941ء ص 6 میں کر چکے ہیں۔ یہ اعتراض بھی وہاں مذکور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں بھی وزن دار ہونا ثابت ہے۔ مشکوۃ باب فی المعراج میں متفق علیہ حدیث ہے۔

«عن مالک بن صعصعۃ ان النبیَّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثہم عن لیلۃ اسری بہ بینما فی الحطیم وربما قال فی الحجر مضطجعاً اذ اتانی آت فشق ما بین ہذہ الی ہذہ یعنی من ثغرۃ نحرہ الی شعرتہ فاستخرج قلبی ثم اتیت بطست من ذہب مملوا ایمانا فغسل قلبی ثم حشی ثم اعید وفی روایۃ ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملئ ایمانا وحکمۃ»

ترجمہ:۔ مالک بن صعصعۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں معراج کا واقعہ سنایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اس وقت میرے پاس ایک آنے والا آیا میرا پیٹ ہنسل کے گڑھے سے زیر ناف تک پھاڑ دیا۔ پس میرا دل نکال لیا۔ پھر میرے پاس ایک سونے کا تھال لایا گیا۔ ایمان سے بھرا ہوا۔ پس دل دھو کر ایمان سے بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ آب زمزم سے دھو کر ایمان و حکمت سے بھر ا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جو شئے وزن دار ہوگی۔ وہ ابھی سے وزن دار ہے۔ چنانچہ تھال میں رکھ کر لانے سے ظاہر ہے۔ لیجئے اخیر تک آپ کی تقریر پر یک لخت پانی پھر گیا۔

اعتراض 7

ایمان جو حقیقۃ واحدہ ہے اگر کئی مقولوں سے مرکب ہو تو ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر مقولہ اس کے لیے جنس ہوگا۔ اور ہر ایک کا قرب اور بعد اس کے لیے ایک ہی درجہ پر ہوگا۔ یہ نہیں

ہے کہ ان میں سے کوئی قریب ہو اور کوئی بعید کیونکہ جنس قریب جنس بعید کے ماتحت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ ایک مقولہ دوسرے مقولہ میں داخل ہو۔ وہو محال عند الحکماء۔ پس جب یہ تمام مقولے ایمان کے لیے ایک ہی مرتبہ کے لحاظ سے جنس بنیں گے۔ تو ماہیت واحدہ کے لیے مرتبہ واحدہ میں کئی جنسیں ثابت ہوں گی۔ حالانکہ اس قسم کی دو جنسوں کا ہونا محال ہے۔ فضلاعن اجناس متعددۃ۔ چنانچہ مسلم میں ہے :

«ومن ہہنا یقترح عدم امکان جنسین فی مرتبۃ واحدۃ لماہیۃ واحدۃ۔»

جواب :

ایمان کا حقیقۃ واحدۃ ہونا نہ ہونا جواب نمبر 1 سے معلوم ہوچکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حقیقۃ واحدۃ فی نفسہا نہیں اعتبار شرع پر موقوف ہے۔ کیونکہ مصطلحات شرع سے ہے اور ایک مرتبہ میں دو جنسوں کا نہ ہونا یہ بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آیا ایک قسم کی دو جنسیں ایک مرتبہ میں ہونی منع ہیں۔ مگر جن کے نزدیک تقویم جوہر کا عرض سے ہوسکتا ہے۔ ان کے نزدیک منع نہیں۔ فتامل

میں آپ کو ذرا تفصیل سے سمجھاتا ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ جسم حقیقۃ واحدۃ ہے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جوہر جنس عالی ہے اب دیکھنا ہے کہ اس کے نیچے انواع کون کون سے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہیولیٰ بھی اس کی ایک نوع ہے۔ صورت جسمیہ بھی اس کی ایک نوع ہے صورت نوعیہ بھی اسکی ایک نوع ہے۔ پھر عناصر اربعہ کا ہیولیٰ ایک ہے اور افلاک کا ہیولیٰ ہر ایک کا الگ ہے۔ نفس ناطق بھی جوہر کی ایک نوع ہے علی ہذا القیاس عقول عشرہ بھی اس کے انواع ہیں۔ فتامل

غرض جوہر کے تحت بہت سے انواع درج ہیں اور یہ ان کی جنس ہے اب ان انواع میں تمیز فصل سے ہوگی۔ نفس ناطق کی فصل الگ ہوگی۔ ہیولیٰ کی الگ ہوگی۔ صورت جسمیہ کی الگ ہوگی۔ عقول عشرہ کی الگ ہوگی بلکہ جن کے نزدیک عقول عشرہ سے ہر ایک نوع ہے اور اس کی کلی کی قسم سے ہے جو ہر ایک فرد میں منحصر ہوتی ہے ان کے نزدیک عقول عشرہ سے ہر ایک کی الگ فصل ہوگی۔ اب اس بناء پر لازم آیا کہ جسم دو نوع سے مرکب ہو۔ ایک ہیولیٰ دوسرا صورت۔ حالانکہ جسم حقیقۃ واحدۃ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دو نوع سے حقیقت واحدۃ کی ترکیب ہوسکتی ہے۔ پس اگر ایک مرتبہ میں دو جنسیں ہوں تو اس سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی بات پیدا ہوگی کہ دو نوع کی ایک حقیقت ہوجائے۔ پس جیسے وہ جائز ہے یہ بھی جائز ہونی چاہیے۔

اعتراض 8

آپ فرماتے ہیں کہ ایمان کے تین اجزاء میں سے پہلے دو جزء اعتقاد و نطق کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہوجائے گا۔ لیکن تیسرے جزء عمل کے فوت ہونے سے ایمان فوت نہیں ہوتا۔ الاالصلوۃ

میں کہتا ہوں کہ جب ایمان آپ کے نزدیک کئی مقولوں سے مرکب ہے تو ظاہر ہے کہ ہر مقولہ اس کے لیے جنس ہے اور جنس اپنی نوع کے لیے اجزاء ذاتیہ میں سے ہوتی ہے۔ تو جس طرح اعتقاد اور نطق مقولہ کیف اور مقولہ فعل سے ہیں اسی طرح عمل بھی مقولہ فعل سے ہے تو جو نسبت پہلے دو اجزاء کو ایمان کے ساتھ ہے بالکل وہی نسبت تیسرے جزء کی بھی اس کے ساتھ۔ یعنی جس طرح ان دونوں جزؤں کی نسبت ایمان کے ساتھ نسبت الجنس الی النوع یا نسبت الذاتی الی الذات ہے۔ بالکل اسی طرح اس تیسرے جزء کی نسبت بھی اس کے ساتھ ہے۔ پھر منطقی حیثیت سے اس فرق کی کی وجہ ہے کہ پہلے دونوں کی جزء تو اس کے لیے ارکان ہوں اور ان کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہوجائے لیکن تیسرا جو محض جزء ہی رہ جائے اور اس کے فوت ہونے سے ایمان فوت نہ ہو۔

جواب :

اس کا جواب نمبر 4 میں آچکا ہے۔

اعتراض 9

آپ نے اعمال صالح کو ایمان کے لیے اجزاء حقیقیہ بتایا ہے اور اس کی تشبیہ درخت کے پتوں اور اس کی شاخوں نیز نماز کے واجبات اور سنن کے ساتھ دی ہے لیکن جو اعمال کی جزئیت کے منکر ہیں وہ تو اسی نظیر سے ان کی عدم جزئیت ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اعمال کی نسبت ایمان کی طرف نسبت الجزء الی الکل نہیں۔ بلکہ نسبت الفرع الی الاصل ہے۔ چنانچہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اس مسئلہ پر ایک بسوط بحث کرتے ہوئے اخیر میں اپنے مذہب کی توضیح کے ضمن میں لکھتے ہیں :

"وعند الفریق الثانی (ای المنکرین الجزئیۃ الاعمال) الاعمال لیست من اجزاء الایمان بل ہی فروع نابتۃ من اصل الایمان الذی ہو التصدیق والانقیاد القلبی کما اشار الیہ الشیخ ولی اللہ الدہلوی فنسبۃ الاعمال الی الایمان عندنا لیست نسبۃ الجزء الی الکل بل نسبۃ الفرع الی الاصل او نسبۃ البدن الی الروح المدبرلہ-" الخ (فتح الملہم جلد 1 صفحہ 157)

اسی طرح جزئیہ حقیقی کی تائید وتشبیہ میں نماز کے واجبات اور سنن کو پش کرنا بھی محل نظر ہے۔ اس لیے یہ لوگ واجبات وسنن کو نماز کے لیے اجزاء حقیقیہ تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو متممات وکلمات صلوۃ کہتے ہیں۔ اگر کسی نے ان پر جزئیت کا اطلاق کیا ہے تو وہ علی سبیل المجاز ہے۔

"کما یظہر بعد الرجوع الی امہات الکتب من الفقہ۔"

جواب :

نماز کے واجبات اور سنن اگر نماز سے خارج ہوں تو پھر ان میں اگر انسان ننگا ہوجائے یا منہ قبلہ رخ نہ رہے یا کوئی اور شرط فوت ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ نماز میں ان کی شرط ہے نماز سے خارج کے لیے ان کی شرط ہونے کی کونسی دلیل ہے۔ دیکھیے خطبہ جمعہ دو رکعت کے قائم مقام ہے اس کو حنفیہ بے وضو جائز کہتے ہیں۔ تو واجبات اور سنن تو بہت ہلکے ہیں جب یہ نماز سے خارج ہیں تو ان کے لیے شرائط نماز بطریق اولی ضروری نہ ہوئے پھر لازم آئے گا کہ نماز پڑھتے پڑھتے انسان کئی دفعہ نماز میں داخل ہوا اور کئی دفعہ خارج ہو۔ پس یہ نماز کے متممات کیا ہوئے۔ حقیقت میں نماز کی ادھیڑ بنت ہوئی نیز اخیر میں اسلام کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ یہاں تو جس رکن کو ذرا لمبا کیا سلام پھر گیا۔ نیز قومہ جلسہ درمیانہ تشہد وغیرہ یہ سب سلام ہوئے۔ خدا کی شان حنفیہ کی نماز پہلے ہی نیچ اونچ اور دو برگ سبز تھی اب سونے پر سہاگہ ہوگئی کہ ہر وقت سلام پھرتا رہتا ہے فتامل۔

پھر درخت کی مثال آپ نے شاخوں و پتوں کو فرع بتلایا ہے پھر یہ بتلائیے کہ تمام ٹہنے کاٹ دیے جائیں اور صرف تنا رہ جائے تو کیا اس کو درخت کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر اصل فرع کی نسبت کیسی ہوئی۔ اور جب مجموعہ ٹہنے جزء ہوئے تو اس مجموعہ کی جزء میں ایک ایک ٹہنا بھی جزء ہوگیا۔ حالانکہ ایک ٹہنے کی نفی سے درخت کی نفی نہیں ہوتی۔ پھر اصل فرع کی نسبت شاخوں اور پتوں کی جزئیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ فرعیت تنے کے لحاظ سے ہے اور جزئیت درخت کے لحاظ سے ہے جو تنے اور شاخوں سے مرکب ہے۔ پس ایمان کی مثال درخت سے بالکل صحیح ہے۔ علاوہ اس کے اگر ان مثالوں میں آپ کو تردد ہے تو دیوار کی مثال لیجیے یا مکان کی لیجیے۔ ہر ایک اینٹ اس کی جزء ہے۔ لیکن اس کے نہ ہونے سے مکان کی یا دیوار کی نفی نہیں ہوتی۔

اعتراض 10

سائل نے اعمال کا تعلق ایمان کے ساتھ معلوم کرنے کے لیے اعضاء انسانیہ اور حقیقت انسانیہ کی جو نظر پش کی ہے آپ نے اس سے نفیا یا اثباتا کوئی تعرض کیوں نہیں کیا۔ اور بجائے اس کے دوسری نظیروں کی طرف عدول کرنے کی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ بظاہر جو صورت شاخوں کی درخت کے ساتھ ہے۔ وہی اعضاء انسانیہ کی انسان کے ساتھ ہے۔

جواب :

عدول کی وجہ زیادہ وضاحت ہے۔ فتامل

ہمارے مضمون کا جواب دیتے وقت ذرا اسلام دین وغیرہ پر بھی روشنی ڈال دیں کہ اعتقاد، نطق، اعمال ان میں داخل ہیں یا نہیں مگر یہ یاد رہے۔

نکتہ چین ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے   کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الایمان، مذاہب، ج1ص118